ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

حدیث نبوی کا بلاغی اعجاز

(۲)

مگر جب نبوت ورسالت کے دائمی وزندہ جاوید معجزہ کی ضرورت پیش آئی اور انسانیت کو حکمت لایزال وقدیم کی حامل کتاب زندہ قرآن حکیم عطا ہونے کاوقت آیا تو اس کے لئے عربی زبان ور بلاد عرب کو چنا گیا۔ یہاں کے لوگ روز ازل سے دنیا کے جھمیلوں سے الگ تھلگ اہل جنت کی سی سادہ مگر اکھڑ فطرت کے ساتھ ساتھ تمام آمیزشوں سے پاک ثقافت وزبان بھی رکھتے تھے۔ امام بلاغت العرب ابو عثمان الجاحظؒ نے لکھا ہے کہ عرب کے بادیہ نشین کسی فکر وفلسفہ اور تہذیب وتمدن کے مالک تو نہ تھے لیکن اس کے بدلے میں انہیں دوخوبیوں سے نوازا گیاتھا۔ ایک ذلاقتہ اللسان یعنی زبان کی تیزی اور کاٹ تھی اور دوسری بداھتہ البیان یعنی فی البدیہ خطابت و زور بیان(۳۳)۔ مگر مصطفیٰ صادق الرافعی کی رائے یہ ہے کہ عرب کے ہر بڑے سے بڑے خطیب ومقرر کی فصاحت وبلاغت اپنی تمام پختگی ومہارت کے باوجود قبل از وقت تیاری، سوچ بچار اور غور وفکر کی محتاج نظر آتی ہے، جو تکلف اور تصنع کی ملاوٹ سے بھی خالی نہ ہوتی تھی۔ عرب کے یہ فصحاء وبلغاء اپنے بڑوں سے اخذ و تعلم اور وسیع تجربہ ومہارت کے بعد کسی مرتبہ ومقام پر فائز ہوتے تھے مگر بایں ہمہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو عیوب خطابت سے کلی طور پر مبرا ومنزہ ہوتا(۳۴)۔

اب گویا فصاحت وبلاغت کے چرچوں اوربلاغت نبویؐ نے اپنا جادو جگانا تھا، اور ہنگامہ آرائی کا جواب اعجاز القرآن ہی تھا، چنانچہ دس سورتیں پھر ایک سورت لانے کا چیلنج دیا گیااور جب کوششیں ناکامی کے قدرتی انجام سے ہمکنار ہوگئیں تو یہ کہہ دیا گیا کہ اگر تمام جن و انسان مل کر ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی معجزہ قرآنی کا جواب لانا چاہیں تو بھی نہیں لا سکیں گے۔ (۳۵) تمام جن و انس کو یہ چیلنج دینا دراصل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آنے والے تمام زمانوں میں ازل سے ابد تک یہ چیلنج قائم و دائم رہے گا اور معجزہ قرآنی بلکہ معجزات قرآنی کا جواب کسی کے پاس کوئی نہیں ہو گا، اسی لئے یہ چیلنج کل بھی تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔ قرآن کا

جواب نہ کل تھا نہ آج ہے اور نہ کل ہو گا۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ کل بھی تھا' آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

مگر ہمارا موضوع اس وقت اعجاز القرآن نہیں بلکہ اعجاز محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ و السلام ہے اور ہماری توجہ و اہتمام کا مرکز فصاحت وبلاغت نبویؐ کا اعجاز ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت وبلاغت بھی بلاشبہ ایک معجزہ ہے اور یہ معجزہ بھی درحقیقت قدرت ربانی کا ہی کرشمہ واعجاز ہے۔ نبیؐ اور رسول بلاشبہ خدا نہیں ہوتا مگر وہ کسی طرح کسی حال میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت نے اپنی ذات بے ہمتا کو اپنے اسی بندے کے واسطے سے تو منواتا ہوتا ہے' اگر اس کا یہ بندہ خود معجزہ نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کیسے منوائے گا۔ اگر اللہ رب العزت اپنے اس بندے سے الگ اور جدا ہو جائے تو اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کوکون تسلیم کرے گا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبائل شناسی اور انساب دانی میں یکتائے روزگار مسلم تھے۔ وہ جزیرہ عرب کے قبائل کی تاریخ' ان کے فصحاء وبلغاء اور ادباء وشعراء سے بھی آگاہ تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے جوانی تک یارغار ہونے کے باوجود یہ نہ جانتے تھے کہ آپ نے فصاحت وبلاغت کا سلیقہ کہاں سے سیکھا ہے' اس لئے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!(۳٦)

"لقد طفت فی العرب وسمعت فصحاءھم فما سمعت افصح منک فمن ادبک یارسول اللہ ؟ فقال: ادبنی ربی فاحسن تادیبی"

یعنی میں عرب میں گھومتا پھرتا رہا ہوں اور میں نے ان فصحاء کو بھی سنا ہے مگر میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو فصیح وبلیغ نہیں پایا تو اے اللہ کے رسولؐ!

آپ کو یہ اسلوب ادبی کس نے سکھایا ہے آپ نے فرمایا ابوبکرؓ مجھے تو میرے رب نے ہی ادب سکھلا دیا ہے تو کیا خوب ادب سکھلا دیا ہے!

اب آپ نے یہ واقعہ تو بارہا پڑھا اور سنا ہو گا' نبیؐ اور ان کے صدیقؓ کے اس سوال و جواب سے بھی آپ بخوبی آگاہ ہوں گے' ذرا غور فرمایئے کہ وہ ابوبکر صدیقؓ جو قبائل عرب اور ان کے انساب کے ماہر تھے کہ لوگ انہیں انسب العرب یعنی عرب کا سب سے بڑا نسب داں تسلیم

کرتے تھے۔ اور وہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولت ' شباب اور کہولت کے عینی شاہد بھی تھے' اپنے یارغار کی کوئی بات ان سے چھپی نہ تھی مگر کبھی انہیں کسی سے ادب کا درس لیتے نہ دیکھا تھا' کسی خطیب وبلیغ سے اصول خطابت و بلاغت سیکھتے نہ سنا تھا۔ مگر یکایک کتاب اللہ کے نزول کے آغاز اور منصب رسالت سے نوازے جانے کے بعد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور یہ پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ فصاحت وبلاغت کا یہ سیل رواں وبیکراں کس کا فیض ہے۔ ظاہر ہے سوال وہی کرتا ہے جس سے کوئی بات چھپی ہوئی ہو وہ سب کچھ تو جانتا ہو مگر کوئی ایک بات اسے حیران کر رہی ہو' یہ معلوم تھا کہ میرا دوست بنو ہاشم کا چشم وچراغ ہے' قبیلہ بنو سعد بن بکرؓ میں پلا بڑھا ہے پھر تمام عمر کاروبار زندگی میں ایک ساتھ رہے ہیں' صدق وامانت میں کلام نہیں 'جب نبوت کا اعلان فرمایا تو بلاچوں وچراں مان لیا کہ صادق وامین کی زبان سے ہر ایک کے لئے سچ کے سوا کچھ نہیں نکلا تو وہ معاذ اللہ صرف اپنے خالق و مالک قادر مطلق رب العزت پر افتراء باندھے گا' ہرگز نہیں ' فرما دیا کہ جبرئیل امین تھا' اس نے منصب نبوت ورسالت کی بشارت دی ہے اور وحی ربانی سے مشرف کیا گیا ہے ۔ چنانچہ بلا چوں وچراں ایمان لے آئے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ روز مرہ کے کلام نبوتؐ کے پس منظر سے آگاہ نہ تھے کہ یار نے کب اور کہاں سے یہ فیضان بلاغت پایا ہے ۔ لہٰذا سوال کر ہی لیا' جواب ملا کہ یہ تو بس میرے رب کا فیض عام وکرم دوام ہے اور تم دیکھتے ہو کہ میرے رب نے مجھے کتنے خوبصورت انداز میں اسلوب ادب سکھلا دیا ہے !

بات دراصل یہ ہے کہ نبی کی ذات مجسم معجزہ خداوندی ہوتی ہے ' اس کا نبوتؐ ورسالت کے منصب پر فائز ہو جانا ہی اللہ رب العزت کا اعجاز اور اس کی قدرت مطلقہ کا کرشمہ ہوتا ہے۔ نبی و رسول کوئی عام آدمی نہیں رہتا بلکہ وہ تو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور من کان اللہ کان اللہ لہ' کی زندہ تصویر بن جاتا ہے ' نبی کی ذات کی یہی حقیقت صادقہ ہے جو ہر زمانے میں اس کے مخاطبین کے لئے ناقابل فہم اور ناقابل یقین رہی ہے ۔ کفار مکہ کے لئے بھی یہی حیثیت نبویؐ ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم تھی' سب کہتے تھے "انتم بشر مثلنا" کہ تم تو ہم سے انسان ہی ہو' اور جواب ہوتا تھا" "نحن بشر مثلکم یوحی الینا" بھئی ہم بشر تو تم جیسے ہی ہیں بس یہ کہ ہم پر وحی ہوتی ہے محمد رسول اللہ سے ن . ر میہ بن خلف 'اور ولید بن مغیرہ وغیرہ یہی کہتے تھے کہ "ان انت الا بشر مثلنا" تو تو ہم سا انسان ہی ہے' حکم ہوا کہ فرما دیجئے "انما انا بشر مثلکم یوحی الی

(۳۷)" میں بشر تو تم جیسا ہی ہوں مگر وحی ربانی سے بھی تو نوازا گیا ہوں۔

اب یہ " یوحیٰ الیّ" (میری طرف وحی ہوتی ہے) کوئی معمولی بات نہیں ہے' جسے بعض لوگوں نے شاید معمولی سمجھ لیا ہے' یہ بہت بڑی بات ہے ' بلکہ سب سے بڑی بات ہے بلکہ سب کچھ ہے ہی یہی ۔ تم دنیاوی معاملات میں کہتے ہو فلاں بادشاہ ہے باقی بادشاہ نہیں ہے ' فلاں صدر مملکت ہے باقی قوم صدر نہیں ہے ' فلاں وزیراعظم ہے باقی عوامی نمائندگان وزیراعظم نہیں ہیں تو یہ فرق تمہارے نزدیک کوئی معمولی بات ہے' یہ تو تمہارے حقیر دنیاوی معاملات کی بات ہے ۔ بادشاہت وحکمرانی ملتی ہے پھر چھین لی جاتی ہے یہ بادشاہت وحکمرانی دینے والے تو وقت کے انسان ہوتے ہیں ' جب اس امتیازی فرق کا یہ عالم ہے تو پھر اس امتیازی فرق کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟ جس کا تعلق اللہ اور اس کے رسولوں سے ہے ' یہ منصب رسالت ونبوت کے عالم ارض کو عالم سماوی سے جوڑتا ہے ۔ یہ رسالت ہی تو ہے جو فرش کو عرش پر پہنچاتی اور عرش کو فرش پر لاتی ہے تو یہ کوئی اتنی معمولی بات ہو سکتی ہے؟ اللہ رب العزت تو فرماتا ہے کہ "ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" (۳۸) (یہ وحی ونبوت تو اللہ تعالی کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ربانی عطا فرما کر ارشاد ہوا کہ "وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما" تجھے تو وہ کچھ سکھلا دیا ہے اس نے جو تو نہیں جانتا تھا اور یہ تو اللہ تعالی کا تجھ پر فضل عظیم ہوا ہے!(۳۹)

تو گویا یوحی الی کوئی معمولی بات نہیں ہے' فضل نبوت فضل عظیم ہے ' نبوت تو بشر کو بشیر و نذیر بنا دیتی ہے ۔ وہ اللہ کا معجزہ ہو جاتا ہے 'اس کی ہر بات معجزہ ہوتی ہے 'اس کا کلام بھی معجزہ ہوتا ہے 'نبی ہمیشہ اللہ کا ہوتا ہے اور اللہ اسے اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا 'اس کے سامنے سمندر کی موج ہوتی ہے اور پیچھے فرعون کی فوج ہوتی ہے مگر وہ کسی خوف وخدشہ یا حزن وملال کے بغیر بلا جھجک آواز بلند کرتا ہے کہ "کلا ان معی ربی سیہدین!" کہا ہرگز نہیں (نہ فوج کی پرواہ ہے نہ موج کی) میرے ساتھ تو میرا رب ہے ' اس نے تو میرے لئے راستہ نکالنا ہی ہے(۴۰)' تو اسے کہتے ہیں پیغمبرانہ اعجاز یا اعجاز پیغمبری ! اللہ تعالی کے برگزیدہ بندے خود اپنی ذات اور اپنے وجود میں ایک معجزہ ہوتے ہیں ۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ کا پیغمبر اپنی ذات اور اپنے وجود میں سرچشمہ ہوتا ہے معجزات کا۔اس کا ہر سانس' ہر قدم 'اور ہر بات اللہ تعالی کی مرضی کے تابع ہوتی ہے

اس لئے ان برگزیدہ ہستیوں سے معجزات کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔

ایسے فیصلہ کن لمحات میں جیساکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایک لمحہ درپیش تھا' عام مصلحین وزعماء کے قدم ڈگمگانے کے لمحات ہوتے ہیں مگر رسل وانبیاء کا مرتبہ ومقام اس سے بلند تر ہوتا ہے' ان کے قدم ثابت ومستحکم رہتے ہیں بلکہ ثبات واستقامت میں معجزات کا ظہور ہوتا ہے' وہ "من کان للہ کان اللہ لہ" کی سچی تصویر ہوتے ہیں' ہر قول اور ہر فعل "گفتہ او گفتہ اللہ بود" کی مثال ہوتا ہے۔

گروہ انبیاء میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام چونکہ سب سے بالا وبرتر ہے اس لئے آپ کی ذات والا صفات ہربات اور ہر پہلو میں کمالات کے بام عروج پر ہے۔ صبرو عزیمت میں' ثبات واستقامت میں' مکارم اخلاق وحسن معاشرت میں' قیادت 'خطابت ذکر وعبادت' حکمت وسیاست الغرض انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر عمل میں یکتا وبے مثال ہیں۔ مٹھی بھر جاں نثاروں کو عزم وہمت کا کوہ گراں اور شجاعت واستقامت کی فولادی قوت کس طرح بنایا جاتا ہے اس کا ثبوت ہمیں غزوہ بدر سے پہلے کے لمحات میں ملے گا۔ سپہ سالار کی جنگی حکمت عملی کی خلاف ورزی سے شکست ہو جائے تو فاتح فوج کے موریل کو کس طرح پست کیا جاتا ہے اور شکست خوردہ فوج کو فاتح دشمن سے مرعوب ہونے کی بجائے حوصلہ مندی کا درس ۔ ۔ دیا جاتا ہے۔ اس کا اظہار جنگ احد کے بعد لہولہان اور زخمی ساتھیوں کو ساتھ لے کر ابو سفیان کو مرعوب کرکے بھگانے اور پیچھے مڑنے کے تمام راستے بند کرنے کے لئے حمراء الاسد میں لشکر اسلام کی للکار سے ہوتا ہے' صلح حدیبیہ اسلام کے لئے یقیناً فتح مبین تھی' کفار مکہ کی طرف سے مطمئن ہو کر یہود اور سرکش وبدعہد قبائل عرب کی سرکوبی اور شاہان عالم کو خطوط کے ذریعہ رحمتہ اللعالمین کی دعوت عامہ کا موقع ملا مگر اس وقت یہ مناظر وحقائق صرف ایک آنکھ دیکھ رہی تھی اور یہ تھی محمد رسول اللہؐ کی آنکھ تو یہ سب نبوتؐ کے قائدانہ معجزے ہیں!

مندرجہ بالا اجمالی اشارات کے بعد ہم غزوہ حنین کو لیتے ہیں' جہاں محمد رسول اللہؐ کی سپہ سالارانہ دور اندیشی اور شجاعت واستقامت کا پیغمبرانہ اعجاز بھی بڑی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے اور آپ کا بلاغی اعجاز بھی پوری طرح جلوہ فگن نظر آتا ہے۔ بارہ ہزار کا لشکر تھا جو بدر و احد اور خندق کے مٹھی بھر جاں نثاروں کے مقابلہ میں بہت بڑا لشکر تھا' مگر سالار اسلامؐ کی دور اندیشی

ملاحظہ ہو کہ مکہ مکرمہ سے روانگی سے قبل تیاری میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھی جارہی' اسلحہ بھی اکٹھا کیا گیا اور سرمایہ بھی ادھار لیا گیا مگر یہ کثرت بعض سپاہیان اسلام کو عجب و تکبر سے دوچار کر گئی۔ چنانچہ دشمن فوج کے سپہ سالار مالک بن عوف کی جنگی حکمت عملی سے بارہ ہزار کے قدم اکھڑ گئے' صبح منہ اندھیرے چاروں طرف کی پہاڑیوں سے لشکر پر تیروں کی بارش ہو گئی' سب بھاگ کھڑے ہوئے' یہ دیکھ کر ابو سفیان تمسخرا و استہزاء کے انداز میں کہہ رہا تھا! یہ شکست خوردہ سرپٹ دوڑتے ہوئے لوگ اب سمندر سے پہلے نہیں رکیں گے! اور شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کہہ رہا تھا! آج مجھے بھی محمدؐ سے اپنا انتقام لے کر جگر کو ٹھنڈا کرنے کا موقع مل رہا ہے (۴۱)۔

یہ ایک بڑا ہی نازک موقع تھا' حدیبیہ سے فتح مکہ تک اسلام اور اہل اسلام کا جو رعب اور ہیبت دلوں کو مسخر کر چکی تھی وہ خطرہ کی زد میں تھی۔ بیس سالہ جہاد اسلامی کی تاریخ داغدار ہونے کو تھی' بارہ ہزار کا لشکر جرار راہ فرار اختیار کر رہا تھا' لیکن نہیں! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک مافوق البشر نبی مرسل اور بے مثال سالار کی نظر تھی' دشمن کا لشکر تیروں کی بارش کر کے اپنا وار کر چکا تھا اور نیچے اتر رہا تھا اور فتح کے گھمنڈ میں بھاگنے والوں کے مکرر حملہ سے بے خبر تھا' ایسے میں اللہ کا رسول برحقؐ ڈٹ جاتا ہے۔ آس پاس سے بھاگتی فوج کے سامنے اپنے قدم زمین میں گاڑ دیتا ہے۔ دشمن کی بپھری ہوئی فوج کے طوفان بلاخیز کے سامنے بند باندھ دیتا ہے۔ صدائے نبوتؐ گونجتی ہے (۴۲) لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہاں جاتے ہو؟ ٹھہرو ادھر دیکھو انا لنبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب پھر عباس بن عبدالمطلب کی بلند آواز فضاؤں کو چیرتی ہے' اے معشر انصار! اے معشر مہاجرین! اے بیعت رضوان سے مشرف ہونے والو' ادھر آؤ محمد رسول اللہؐ زندہ وسلامت ہیں اور دشمن کے سیل بلاخیز کو روک چکے ہیں! تاریخ کہتی ہے کہ بھاگتی ہوئی فوج پلٹی' جھپٹی اور دشمن خوف وحیرت میں پیچھے کی طرف بھاگا اس کی فتح شکست میں بدل گئی' ہارے ہوئے جیت گئے بائیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار بکریاں' چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار جنگی قیدی مال غنیمت ہاتھ لگا!

اب تو مسلموں کی بھیڑ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کو تھی' محمد رسول اللہؐ کی نگاہ دور بین نے حالات کو بھانپ لیا تھا' ایک اونٹ کی کہان سے بال لیا اور مال غنیمت پر منڈلانے والوں سے مخاطب ہوئے (۴۳)!

" ایہاالناس ! واللہ مالی فی ھذہ الغنائم ولا فی ھذہ الوبرۃ الا الخمس والخمس مردود علیکم ' ردواعلی ردائی ' ایہا الناس! فواللہ لو ان لکم بعدد شجر تہامتہ ابلا" لقمتہ علیکم ثم ما الفیتمونی بخیلا و لا جبانا ولا کذابا"

لوگو ! اللہ کی قسم ہے اس مال غنیمت اور اونٹوں کی ' اس اون میں میرے لئے صرف خمس ہے اور یہ خمس بھی تم ہی کو واپس مل جائے گا ' میری چادر مجھے لوٹا دو بخدا اگر تہامہ کے درختوں کے برابر بھی مال غنیمت کے اونٹ ہوتے تو تم میں بانٹ دیتا 'تم مجھے بخیل 'بزدل یا جھوٹا نہ پاتے !

اس تقریر کے بعد آپ قریش کے مولفتہ القلوب کو مال غنیمت سے خوش کر رہے تھے ' ادھر انصار مدینہ کو حصہ نہ ملنے سے احساس محرومی و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوتی دکھائی دے رہی تھی ' وہ سمجھ رہے تھے کہ مکہ فتح ہو گیا ' رسول اللہؐ اب شاید اپنی قوم کے پاس رک جائیں ' شاید اسی لئے مال غنیمت انہی کو دیا جا رہا ہے 'اس صورت حال کو نبوی بلاغت کا اعجاز سنبھالتا ہے اور حالات کا رخ بدل جاتا ہے ' ارشاد ہوتا ہے(۴۴)!

" یا معشر الانصار! ماھذا الذی سمعتہ عنکم الم اتکم ضالین فہداکم اللہ وعالتہ فاغنا کم اللہ واعدا ء فالف اللہ بین قلو بکم قالو! بلی یارسول الد ! قال :اما واللہ لوشئتم لقلتم فلصد قتم ولصدقتم اتیتنا مکذبا فصد قناک ومخذولا فنصرناک ! وطریدا فاوبناک وعائلا فاسیناک ! استکثرتم یا معشر الانصار لعاجلتہ من الد نیا! تالفت بہاقوما لیلموا ووکلتکم الی اسلامکم !! الا ترضون یامعشر الانصار ! ان یذ ھب الناس بالشاء فبعیر وترجعوا برسول اللہ فی رحالکم ؟ فوالذی نفس محمد بیدہ لولا الہجرۃ لکنت فاحد امن الا نصار! فلو سلک الناس شعبا وسلکت الانصار شیعبا" لسلکت شعب الانصار اللہم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار!" " اے گروہ انصار! یہ کیا ہے جو میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے ؟ کیا میں تمہارے پاس ایسے حال میں نہیں آیا تھا جبکہ تم گمراہ تھے تو اللہ تعالی نے تمہیں ہدایت دی ' تم محتاج تھے ' اللہ تعالی نے تمہیں دولتمند بنادیا ' تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اللہ تعالی نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا

سب نے کہا! ہاں یا رسول اللہ ! . بخدا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اگر چاہو تو 'اور تم سچے ہو گے اور تمہاری تصدیق کی جائے گی کہ آپ جب ہمارے پاس آئے تو آپ جھٹلائے ہوئے تھے مگر ہم نے آپ کی تصدیق کی ' آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا مگر ہم آپ کے مدد گار بن گئے ' آپ کو بے

سہارا بنا دیا گیا تھا لیکن ہم نے آپ کو پناہ دی' آپ محتاج تھے مگر ہم نے آپ سے ہمدردی کی۔ اے گروہ انصار! تم نے جلد ملنے والی دنیا کو بہت کچھ سمجھ لیا' میں نے اس دولت دنیا سے لوگوں کی تالیف قلب کی ہے تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں' تمہیں میں نے تمہارے دین اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ لوگ تو اپنے ساتھ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں مگر تم لوٹو تو رسول اللہ تمہارے ساتھ ہوں' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصاری ہوتا۔ اگر انصار ایک گھاٹی میں سے گذرتے اور باقی سب لوگ دوسری گھاٹی میں سے گذرتے تو میں اس گھاٹی سے گذرتا جس سے انصار گذرتے ہیں۔

اے اللہ انصار پر، ان کے بیٹوں پر اور ان کی بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما!"

یہ الفاظ بجلی بن کر چمکے' رحمت بن کر برسے اور معجزہ بن کر چھا گئے۔ یہ تھی ایک مثال حدیث نبویؐ کے بلاغی اعجاز کی' یہ الفاظ جو انسانوں پر سحر حلال بن کر چھا گئے اور ان کی روش بدل کر رہ گئی' ان کی زندگی کا رخ بدل گیا' کلمات نبوتؐ اپنے اندر تین بلاغی اوصاف رکھتے ہیں جو کلام بلیغ کو فن کی بلندی پر تسلیم کرنے کا معیار ہیں۔ فصاحت وبلاغت کی اس بلندی کے بعد اور کوئی مقام بلند ہے ہی نہیں' اس کلام نبویؐ کا پہلا وصف خلوص ہے' یعنی یہ ان تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے جو عیوب ونقائص بلاغت شمار ہوتے ہیں دوسرا وصف بلاغی یہاں قصد وتوازن ہے جو لفظ ومعنی کے تناسب واعتدال میں نظر آتا ہے۔ ان معانی کے لئے کوئی اور الفاظ لانے کی حاجت نہیں اور اگر ان الفاظ میں سے آپ کچھ نکال دیں اور ان کی جگہ اور الفاظ لے آئیں تو وہ لفظ ومعنی کا قصد وتوازن غائب ہو جائے گا جو یہاں کلام نبویؐ کا طرہ امتیاز ہے' لیکن اس کلام نبویؐ کا تیسرا وصف بلاغی اسے فن کی اعلی ترین بلندیوں پر پہنچاتا ہے جو "استغناء" کہلاتا ہے یعنی کلام کا تمام اوصاف بلاغت سے پوری طرح متصف ہونا۔

کلام نبوتؐ کا وہ وصف جس نے جاحظ جیسے امام الادب والنقد کو اپنا فریفتہ اور گرویدہ بنایا وہ ان کلمات سے عبارت ہے جن کے حروف کی تعداد کم مگر معانی کی مقدار کثیر ہے۔ اسی طرح نئی تراکیب' تعبیرات اور محاورات کا ایک سلسلہ ہے جس کا آپ سے پہلے عربی زبان میں وجود ہی نہ تھا' آسان اور عام فہم الفاظ ہیں مگر معانی کی ایک دنیا ہے جو جوامع الکلم میں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی

نظر آتی ہے ' مثلاً" یوم بدر کے متعلق فرمایا کہ "ھذا یوم لہ مابعدہ" (یہ ایک ایسا دن ہے جس کے بعد اس کے نتائج کا ایک سلسلہ ہوگا) حق غالب آیا تو تاریخ کا دھارا بدل گیا اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت ہوتی تو آج دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی 'اسی طرح برپا ہونے والے فتنوں کے متعلق آپ کے ایک منقول ارشاد میں صلح کے بارے میں ایک محاورہ استعمال ہوا ہے "ھدنۃ علی دخن ہدنۃ" جنگ بندی یا عارضی صلح کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں ٹروس کہتے ہیں' دخن کھانے کی اس بگڑی ہوئی کیفیت کا نام ہے جو اس پر دھوئیں کے اثر انداز ہونے سے پیدا ہوتی ہے ' یہ دونوں لفظ حضورؐ سے قبل عربی میں مستعمل تھے مگر ان دونوں لفظوں کو ملا کر یہ محاورہ زبان وادب کی تاریخ میں پہلی بار صرف حضورؐ نے بولا اور پھر ضرب المثل بن گیا(۴۵)۔

تشبیہ و تمثیل بات کو موثر طور پر دل نشین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے تمام انبیائے کرام کے وعظ وکلام کی یہ نمایاں خصوصیت رہی ہے ' رسول اکرمؐ کو تشبیہ و تمثیل پر حیرت انگیز قدرت حاصل ہے(۴۶) ' حدیث نبویؐ کا ذخیرہ ایسی سینکڑوں مثالوں کو ہمارے سامنے لاتا ہے' تمثیل کی ایک بلیغ مثال آپ کا وہ ارشاد ہے جو معاشرہ کے تحفظ واصلاح کے متعلق ایک موثر درس عبرت پیش کرتا ہے اور جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوئے ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا' ان میں سے ایک نے اپنی جگہ کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ تو میری اپنی جگہ ہے یہاں میں جو چاہوں کروں ' اب اگر وہ اسے پکڑتے ہیں تو سب کی نجات ہے ورنہ سب غرق ہوں گے(۴۷)

سب سے آخر میں ایک اہم نقطہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ قرآن کریم کے بلاغی اعجاز اور حدیث نبویؐ کے بلاغی اعجاز میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے ؟ یہ حقیقت تو واضح ہے کہ اعجاز القرآن اور اعجاز الحدیث میں یقیناً فرق ہے اور ہونا بھی چاہئے مگر اس باریک فرق کو سمجھنا اور سمجھانا ایک اہم اور مشکل مسئلہ ہے 'اس فرق کو ہم دو مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ پہلی مثال اس طرح ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالی قادر مطلق کا کلام ازلی ہے اور کسی وقت کہیں بھی کسی انسان کے بس میں یہ نہیں کہ اس کا جواب لا سکے مگر کلام نبویؐ میں بعض فصحائے عرب کسی ایک بات میں کسی نہ کسی طرح تو شریک ہو سکتے ہیں مگر نہ تو فصیح وبلیغ عرب ایسا کر سکتا ہے اور نہ کوئی بلاغت کے ہر پہلو میں حضورؐ کا ہم پلہ ہو سکتا ہے 'گویا

مشارکت جزوی ممکن ہے مگر مساوات مطلق ناممکن ہے کیونکہ منصب نبوتؐ پر فائز ہونے کے بعد اور وحی ربانی کے نزول کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان اور باکمال شخصیت ہر بشری نقص و عیب پر غالب آچکی ہے حتی کہ شیطان پر بھی ' اس لئے نہ صرف یہ کہ کوئی لغزش کوئی نقص یا کوئی عیب اب آپ کی ذات میں ناممکن ہے بلکہ آپ کا تو ہر قول بھی وما ینطق عن الھوی کے تابع ہے جبکہ دیگر فصحاء و بلغاء یہ دعوی نہیں کر سکتے' ان کا یہ نصیب ہی نہیں ' اب تو کوئی نبی بھی نہیں بن سکتا صرف متنبی مفتری اور کذاب ہو سکتا ہے (۴۸)۔

دوسری مثال یہ ہے کلام اللہ کی حفاظت کا انسانی اور ربانی دونوں طرح کا انتظام موجودہ ہے بلکہ ضمانت دائمی وکامل موجود ہے ' جبکہ کلام نبویؐ کی حفاظت کا ایسا انتظام موجودہ نہیں رہا اور نہ اس کی کسی نوع کی ضمانت دی گئی ہے مگر بایں ہمہ امت اسلامیہ نے اپنے نبیؐ کے ارشادات کی حفاظت وتدوین کے لئے ایک شاندار اور قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے اس لئے جہاں بھی قولی حدیث نبویؐ صحت کے ساتھ ثابت و مسلم پائی جائے گی اس میں بلاغی اعجاز کا پایا جانا ممکن ہو گا' مگر یہ حدیث نبویؐ کا بلاغی اعجاز کسی طرح بھی اعجاز القرآن کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا(۴۹)۔

تلخیص بحث کے طور پر ہم یہ کہیں گے کہ!

۱۔ نبی و رسولؐ کا اپنے منصب پر فائز ہونا اور وحی ربانی سے نوازا جانا بجائے خود ایک معجزہ ہوتا ہے۔

۲۔ اس منصب کے لئے انتخاب واصطفاء اللہ رب العزت کی مشیت کا کام ہے اس لئے اس کے چنے ہوئے میں کوئی نقص یا عیب یا کوتاہی ہونا شان الوہیت کے منافی ہے۔

۳۔ نبی کا ہر قدم مشیت الہی سے ہی اٹھتا ہے اور اس کی ہر بات اس کے فرمان کے تابع ہوتی ہے۔

۴۔ حدیث نبویؐ کی قولی قسم جو صحت کے ساتھ ثابت ہو اس میں اعجاز بلاغی کا ہونا قدرتی بات ہے ۔ تقاضائے وقت کے مطابق خاتم الانبیاءؐ کا زندہ جاوید معجزہ چونکہ بلاغت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے آپ کی زبان معجزہ بیان سے نکلنے والے ارشادات بھی بلاغی اعجاز کا شاہکار ہوتے ہیں۔

۵۔ اعجاز القرآن اور حدیث نبوی کے بلاغی اعجاز میں فرق ہے۔

حواشی و مصادر

۱ = علوم الحدیث للدکتور صبحی الصالح ص ۳-۴، ادب الحدیث النبوی للاستاذ بکری شیخ امین ص ۴۰، السیرۃ الحثیث للاستاذ عبدالعزیز ص ۱۶-۱۲

۲ = علوم الحدیث ص ۳۰، ادب الحدیث النبوی ص ۳۸

۳ = سورہ البقرہ آیت ۱۸۱

۴ = جواہر الاصول ص ۵۳

۵ = سورہ الاعلی آیت ۶ - ۷

۶ = سورہ عنکبوت آیت ۴۹

۷ = الاتقان للسیوطی ۱/۱۱۵، تاریخ الادب العربی للزیات ص ۴۲

۸ = سورہ الحجر آیت ۹

۹ = جواہر الاصول ص ۱۳۲

۱۰ = البیان و التبیین للجاحظ ۱/ ۱۱۳

۱۱ = ایضاً ۱/ ۱۰۶

۱۲ = ایضاً ۱/ ۱۰۴

۱۳ = ایضاً ۱/ ۱۱۵

۱۴ = لسان العرب زیر مادہ ع ج ز

۱۵ = شرح المواقف للجرجانی ۳/ ۵۱۵

۱۶ = سیرۃ النبی ۳/ ۱۱۵

۱۷ = سورہ النجم آیت ۳ - ۴

۱۸ = احیاء علوم الدین للغزالی ۲/ ۴-۷۳، فصاحت نبوی ص ۱۶۳

۱۹ = بلوغ الارب للشکری الالوسی ۲/ ۵۲

۲۰ = اعجاز القرآن المصطفیٰ صادق الرافعی، ص ۳۲۰

۲۱ = شرح بردہ البوصیری، ص ۷۳ ،

۲۲ = السیرۃ الحلبیۃ ۱/ ۱۱۵، اعجاز القرآن للرافعی ۳۲۰- ۳۲۱ الزیات ص ۷۳

۲۳ = الشفاء للقاضی عیاض ۲/ ۷۸، فصاحت نبوی ۳۰۰ ،

۲۴ = البیان و التبیین ۲/ ۱۶-۱۸،

۲۵ = فصاحت نبوی ص ۲۰۱ الشفاء ۲/ ۱۷۸ ،

۲۶ = اعجاز القرآن للرافعی ص ۳۳۲ ،

۲۸ = البیان و التبیین ۲/ ۱۸،

۲۹ = الکامل للمبرد طبع دمشق ۱/ ۱۵،

۳۰ = البیان و التبیین ۲/ ۱۶- ۱۸، اعجاز القرآن للرافعی ص ۳۳۴

۳۱ = ادب الحدیث النبوی، ص ۱۱۱ - ۱۱۷،

۳۲ = سورہ الزخرف آیت ۵۲،

۳۳ = البیان و التبیین ۱/ ۱۳۲، مقدمہ دیوان حسان للبرقوقی، ص

۳۴ = اعجاز القرآن للرافعی ص ۳۳۰،

۳۵ = سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸ ،

۳۶ = اعجاز القرآن للرافعی ص ۳۳۵، البیان و التبیین ۱/ ۱۳۲،

۳۷ = سورہ کہف آیت ۱۱۰،

۳۸ = سورہ آل عمران آیت ۷۴،

۳۹ = سورہ نساء آیت ۱۱۳،

۴۰ = سورہ الشعراء آیت ۶۴،

۴۱ = تاریخ طبری ۳/ ۲۳۴، روح المعانی ۱/ ۷۲،

۴۲ = ابن ہشام ۲/ ۲۸۲،

۴۳ = محمد، دکتور مصطفیٰ محمود ص ۵۲،

۴۴ = جمہرۃ خطب العرب للاستاذ زکی صفوت ۱/ ۱۷۵،

۴۵ = البیان و التبیین ۲/ ۱۶،

۴۶ = تاریخ الادب العربی للزیات ص ۷۳،

۴۷ = عظمۃ الرسولؐ للاستاذ محمد عطیۃ الابراشی ص ۲۷۷،

۴۸ = ادب الحدیث النبوی ص ۱۷۲، فصاحت نبوی ص ۲۱۶،

۴۹ = ایضاً